ہو جاتی ہے۔ مالتی مجھے اسی طرح نچاتی تھی۔ جیسے مداری بندر کو نچاتا ہے، اور میں خوشی سے ناچتا تھا۔ وہ میری توہین کرتی تھی اور میں خوش ہو کر ہنستا تھا وہ مجھ پر حکومت کرتی تھی اور میں سر جھکاتا تھا۔ اُس نے کبھی منہ نہیں لگایا یہ میں مانتا ہوں، اس نے کبھی میری حوصلہ افزائی نہیں کی، یہ بھی سچ ہے۔ پھر بھی میں پتنگے کی طرح اس کے چہرے کی چمک پر جان دیتا تھا۔ اور اب وہ مجھ سے اخلاق کا برتاؤ بھی نہیں کر سکتی! لیکن صاحب، میں کہے دیتا ہوں کہ کھنّا چپ بیٹھنے والا آدمی نہیں ہے۔ اس کے رقعے میرے پاس محفوظ ہیں۔ میں اُس سے ایک ایک پائی وصول کر لوں گا۔ اور ڈاکٹر مہتا کو تو میں لکھنؤ سے نکال کر دم لوں گا ان کا یہاں رہنا ناممکن کر دوں گا۔ ۔ ۔"

اسی وقت ہارن کی آواز آئی اور ایک لمحے میں مسٹر مہتا آکر کھڑے ہو گئے گورا چٹا رنگ، صحت کی سُرخی گالوں پر چمکتی ہوئی، لمبی اچکن، چوڑی دار پاجامہ اور سنہری عینک، شرافت کے اوتار سے معلوم ہوتے تھے۔ کھنّا نے اُٹھ کر ہاتھ ملایا۔ "آیئے مسٹر مہتا، آپ ہی کا ذکر ہو رہا تھا۔"

مہتا نے دونو صاحبوں سے ہاتھ ملا کر کہا، "بڑی اچھی ساعت گھر سے چلا تھا کہ آپ دونو صاحبوں سے ایک ہی جگہ ملاقات ہو گئی۔ آپ نے اخباروں میں دیکھا ہو گا کہ یہاں عورتوں کے لئے ایک ورزش گاہ بنانے کی تجویز ہو رہی ہے مس مالتی اس کمیٹی کی صدر ہیں۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس کی تعمیر میں دو لاکھ روپے لگیں گے۔ شہر میں اب اس کی کتنی ضرورت ہے، یہ آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ چندہ دینے والوں میں آپ دونو صاحبوں کا نام سب سے اوپر ہو۔ مس مالتی خود آنے والی تھیں، مگر آج ان کے والد کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔ اس لئے نہیں آسکتیں۔"

انھوں نے چندے کی فہرست رائے صاحب کے ہاتھ میں رکھدی پہلا نام راجہ سورج پرتاب سنگھ کا تھا۔ سامنے پانچ ہزار روپئے کی رقم درج تھی اس کے بعد کنور وگ وجے سنگھ کے تین ہزار روپئے تھے۔ اس کے بعد اور کئی رقمیں اتنی ہی یا کچھ کم تھیں۔ مالتی نے پانچ سو روپئے دئے تھے۔ اور ڈاکٹر مہتا نے ایک ہزار

رائے صاحب نے شرما کر کہا "کوئی چالیس ہزار تو آپ لوگوں نے کر ہی لئے"

مہتا فخر سے بولے "یہ سب آپ لوگوں کی مہربانی ہے، اور یہ صرف تین گھنٹے کی محنت کا نتیجہ ہے۔ راجہ سورج پرتاب سنگھ نے شاید ہی کسی رفاہ کے کام میں حصہ لیا ہو۔ مگر آج تو انھوں نے بلا کہے سنے چک لکھ دیا۔ ملک میں بیداری ہے۔ پبلک کسی بھی نیک کام میں مدد دینے کو تیار ہے۔ صرف اُسے یقین ہونا چاہئے کہ اس کی خیرات کا جائز استعمال ہوگا۔ آپ سے مجھے بڑی اُمید ہے، مسٹر کھنّا!"

کھنّا نے بے پروائی سے کہا "ایسے فضول کاموں میں نہیں پڑنا نہ جانے آپ لوگ مغرب کی غلامی میں کہاں تک بڑھتے جائیں گے۔ یوں ہی عورتوں کو خانہ داری سے نفرت ہو رہی ہے، ورزش کی دھن سوار ہوئی تو وہ اور بھی کہیں کی نہ رہیں گی۔ جو عورت گھر کا کام کرتی ہے۔ اُس کے لئے ورزش کی ضرورت نہیں، اور جو گھر کا کوئی کام نہیں کرتی اور صرف عیش و آرام میں محو ہے اس کی ورزش کے لئے چندہ دینا میں اَدھرم سمجھتا ہوں"

مہتا ذرا بھی بے دل نہیں ہوئے۔ ایسی حالت میں آپ سے کچھ مانگوں گا بھی نہیں۔ جس تجویز میں ہمارا یقین نہ ہو اس میں کسی طرح کی امداد دینا

واقعی ادھرم ہے۔ آپ تو مسٹر کھنّا سے متفق نہیں ہیں، رائے صاحب؟"

رائے صاحب بڑے سوچ میں پڑے ہوئے تھے۔ سورج پرتاب کے پانچ ہزار ان کا حوصلہ پست کئے ڈالتے تھے۔ چونک کر بولے "آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟"

"میں نے کہا کہ آپ تو اس کام میں امداد دینا اَدھرم نہیں سمجھتے۔؟"

"جس کام میں آپ شریک ہیں وہ دھرم ہے یا اَدھرم اس کی میں پروا نہیں کرتا۔"

"میں چاہتا ہوں آپ خود غور کریں اور اگر آپ اس تجویز کو سماج کے لئے مفید سمجھیں تو اس میں مدد دیں۔"

مسٹر کھنّا کا طرزِ عمل مجھے پسند آیا۔"

کھنّا بولے "میں تو صاف کہتا ہوں اسی لئے بدنام ہوں۔"

رائے صاحب نے کمزور مسکراہٹ کے ساتھ کہا "مجھ میں تو سوچنے کی سکت نہیں ہے۔ شرفا کی تقلید کرنا ہی میں اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔"

"تو لکھئے کوئی اچھی رقم۔"

"جو کہئے وہ لکھ دوں۔"

"جو آپ کی خوشی"

"آپ جو کہئے وہ لکھ دوں"

"تو دو ہزار سے کم کیا لکھئے گا۔"

رائے صاحب نے مجروح لہجے میں کہا "تو آپ کی نگاہ میں میری یہی حیثیت ہے۔؟"

انھوں نے قلم اٹھایا اور اپنا نام لکھ کر اس کے آگے پانچ ہزار لکھ دیئے۔ مہتا نے فہرست آن کے ہاتھ سے لے لی، مگر انھیں اتنا رنج ہوا کہ

رائے صاحب کا شکریہ بھی ادا کرنا بھول گئے۔ رائے صاحب کو چندے کی فہرست دکھا کر انھوں نے بے جا کیا، یہ سوچ کر انھیں افسوس ہوا۔

مسٹر کھنّا نے رائے صاحب کو ترحمانہ نظر سے گویا کہہ رہے ہوں "کتنے بڑے گدھے ہو تم!"

دفعتًا مہتا، رائے صاحب کے گلے سے لپٹ گئے۔ اور زور سے بولے "رائے صاحب کے لئے تالیاں! ہِپ ہِپ ہُرّا"!

کھنّا نے کھسیا کر کہا: "یہ لوگ راجے مہراجے ٹھہرے، یہی ان کاموں میں دان نہ دیں تو کون دے؟"

مہتا بولے "میں تو آپ کو راجاؤں کا راجہ سمجھتا ہوں۔ آپ اُن پر حکومت کرتے ہیں۔ اُن کی چوٹی آپ کے ہاتھ میں ہے۔"

رائے صاحب خوش ہو گئے: "یہ آپ نے بڑے معرکے کی بات کہی، مہتا جی، اصلی راجہ تو ہمارے بینکر لوگ ہیں۔"

مہتا نے کھنّا کی خوشامد کا پہلو اختیار کیا: "مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے، کھنّا جی۔ آپ ابھی اس کام میں نہیں شریک ہونا چاہتے تو نہ سہی، لیکن کبھی نہ کبھی آپ ضرور شرکت کریں گے۔ امیروں کی بدولت ہی ہماری بڑی بڑی تحریکیں چل رہی ہیں۔ قومی تحریک کو دو تین سال تک اس دھوم دھام سے کس نے چلایا؟ اتنے دھرم شالے اور پاٹھ شالے کون بنوا رہا ہے؟ آج دنیا کی حکومت کی باگ ڈور بینکروں کے ہاتھ میں ہے۔ سرکاریں ان کے ہاتھ کا کھلونا ہیں۔ میں ابھی آپ سے نا اُمید نہیں ہوں۔ جو شخص قوم کے لئے جیل جا سکتا ہے اُس کے لئے دو چار ہزار خرچ کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ ہم نے طے کیا ہے کہ اس عمارت کا بنیادی پتھر گوبندی دیوی کے ہاتھوں رکھا جائے۔ ہم دو تو جلد ہی

گورنر صاحب سے بھی ملیں گے اور مجھے یقین ہے کہ ہمیں ان کی مدد مل جائے گی۔ لیڈی ولسن کو نسوانی تحریکوں سے کتنی ہمدردی ہے، یہ آپ جانتے ہیں راجہ صاحب اور دیگر اصحاب اور دیگر اصحاب کی بھی رائے تھی کہ لیڈی ولسن ہی سے سنگ بنیاد رکھا جائے مگر بالآخر یہی طے ہوا کہ یہ سہرا کسی اپنی ہی بہن کے ہاتھوں ہونا چاہئے۔ آپ کم از کم اس موقع پر تشریف لائیں گے ضرور؟"

کھنّا نے مضحکہ اڑایا "ہاں جب لارڈ ولسن آئیں گے تو میرا پہنچنا لازمی ہی ہے۔ اس طرح آپ بہت سے رئیسوں کو پھنسالیں گے۔ آپ لوگوں کو ٹٹکے بھی خوب سوجھتے ہیں۔ اور ہمارے رئیس بھی ہیں اسی لائق۔ انھیں اُلّو بنا کر مونڈا جاسکتا ہے۔"

"جب روپیہ ضرورت سے زیادہ ہوجاتا ہے تو اپنے لئے نکلنے کا راستہ تلاش کرتا ہے۔ یوں نہ نکل پائے گا تو قمار بازی میں جائے گا۔ گھوڑ دوڑ میں جائے گا، اینٹ پتھر میں جائے گا یا عیاشی میں جائے گا۔"

گیارہ بجنے کو تھے۔ کھنّا صاحب کے دفتر کا وقت آگیا۔ مہتا چلے گئے۔ رائے صاحب بھی اُٹھے کہ کھنّا نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھالیا۔ "نہیں، آپ ذرا بیٹھئے۔ آپ دیکھ رہے کہ مہتا نے مجھے اس بری طرح پھانسا ہے کہ نکلنے کی کوئی سبیل ہی نہیں رہی۔ گوبندی سے سنگ بنیاد رکھائیں گے۔ ایسی حالت میں میرا الگ رہنا مضحکہ انگیز ہے یا نہیں؟ گوبندی کیسے رضامند ہوگئی، یہ میری سمجھ میں نہیں آتا، اور مالتی نے اسے کیسے برداشت کرلیا یہ سمجھنا اور بھی مشکل ہے آپ کا کیا خیال ہے، اس میں کوئی راز ہے یا نہیں؟"

رائے صاحب نے اپنا دوا جتایا "ایسے معاملوں میں عورت کو ہمیشہ خاوند سے صلاح لے لینی چاہئے۔"

کھنّا نے رائے صاحب کو تشکرانہ نگاہوں سے دیکھا "ان ہی باتوں پر گوبندی سے میرا جی جلتا ہے اور اس پر لوگ مجھی کو برا کہتے ہیں۔ آپ ہی سوچئے کہ مجھے ان جھگڑوں سے کیا واسطہ؟ ان میں تو وہ پڑے جس کے پاس فالتو روپیہ ہو، فالتو وقت ہو، اور نام ونمود کی ہوس ہو۔ ہوتا یہی ہے کہ دو چار لوگ سکریٹری اور انڈر سکریٹری اور پریسیڈنٹ اور وائس پریسیڈنٹ بن کر افسروں کو دعوت دیں گے، ان کے منظورِ نظر بنیں گے۔ اور یونیورسٹی کی چھوکریوں کو جمع کر کے گلچھرے اڑائیں گے۔ ورزش تو صرف دکھانے کے دانت ہیں۔ ایسی تحریکوں میں ہمیشہ یہی ہوتا ہے اور یہی ہوگا، اور الّو بنیں گے ہم اور ہمارے بھائی جو دولتمند کہلاتے ہیں، اور یہ سب گوبندی کے سبب"!

وہ ایک بار کرسی سے اٹھے اور پھر بیٹھ گئے۔ گوبندی پر ان کا غصّہ بڑھ رہا تھا۔ انھوں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر کہا "میں نہیں سمجھتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔"

رائے صاحب نے ہاں میں ہاں ملائی "کچھ نہیں، آپ گوبندی دیوی سے صاف کہہ دیں کہ تم مہتا کو انکار کا خط لکھ دو، چلو چھٹی ہوئی۔ میں تو لاگ ڈانٹ میں پھنس گیا۔ آپ کیوں پھنسیں؟

کھنّا نے لمحہ بھر اس تجویز پر غور کر کے کہا "لیکن سوچئے تو کہ کتنا مشکل کام ہے، لیڈی ولسن سے اس کا ذکر آچکا ہوگا، سارے شہر میں خبر پھیل گئی ہوگی اور شاید آج اخباروں میں بھی نکل جائے۔ یہ سب مالتی کی شرارت ہے۔ اسی نے مجھے زچ کرنے کا یہ ڈھنگ نکالا ہے۔"

"ہاں معلوم تو یہی ہوتا ہے۔"

"وہ مجھے ذلیل کرنا چاہتی ہے۔"

"آپ بنیاد رکھنے کے ایک روز قبل باہر چلے جائیے گا۔"

"مشکل ہے، رائے صاحب۔ کہیں منہ دکھانے کی جگہ نہ رہے گی۔ اس دن تو مجھے ہیضہ بھی ہو جائے تو وہاں جانا پڑے گا۔"

رائے صاحب آس باندھے ہوئے کل آنے کا وعدہ کر کے جیوں ہی باہر نکلے کہ کھنّا نے اندر جا کر گوبندی کو آڑے ہاتھوں لیا "تم نے اس ورزش گاہ کی بنیاد رکھنا کیوں منظور کیا؟"

گوبندی کیسے کہے کہ یہ وقار پا کر وہ دل میں کتنا خوش ہو رہی تھی، اس موقع کے لئے کتنی توجہ سے اپنی تقریر لکھ رہی تھی، اور ایک جوشیلی نظم بھی تیار کی تھی۔ اس نے دل میں سمجھا تھا کہ یہ تجویز منظور کر کے وہ کھنّا کو خوش کر دے گی۔ اس کی توقیر تو اُس کے شوہر ہی کی توقیر ہے۔ کھنّا کو اس میں کوئی اعتراض ہو سکتا ہے، اس کا اُسے شان گمان بھی نہ تھا۔ ادھر کئی دنوں سے شوہر کو کچھ مہربان دیکھ کر اُس کا حوصلہ بڑھنے لگا تھا۔ وہ اپنی تقریر سے اور اپنی نظم سے لوگوں کو محو بنا دینے کا خواب دیکھ رہی تھی۔

یہ سوال سنا اور کھنّا کی صورت دیکھی تو اس کا دل دھڑک اٹھا خطاوار کی طرح بولی "ڈاکٹر مہتا نے اصرار کیا تو میں نے منظور کر لیا۔"

"ڈاکٹر مہتا تمھیں کنوئیں میں گرنے کو کہیں تو شاید اتنی خوشی سے نہ تیار ہو گی۔"

گوبندی کی زبان بند!

"تمھیں جب ایشور نے عقل نہیں دی تو کیوں مجھ سے نہیں پوچھ لیا؟ مہتا اور مالتی دونوں یہ چال چل کر مجھ سے دو چار ہزار اینٹھنے کی فکر میں ہیں اور میں نے ٹھان لی ہے کہ ایک کوڑی بھی نہ دوں گا۔ تم آج ہی مہتا کو انکار کا خط لکھ دو۔"

گوبندی نے ایک لمحہ سوچ کر کہا "تمھیں لکھ لونا"

"میں کیوں لکھوں؟ بات کی تم نے، اور لکھوں میں"!

"ڈاکٹر صاحب سبب پوچھیں گے تو کیا بتاؤں گی"؟

"بتانا اپنا سر اور کیا! میں اس عشرت گاہ کو ایک کوڑی بھی نہیں دینا چاہتا"

"تو تمھیں کچھ دینے کو کون کہتا ہے؟"

"کھنّا نے ہونٹ چبا کر کہا "کیسی بیوقوفوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ تم وہاں بنیاد رکھوگی اور کچھ دوگی نہیں تو دنیا کیا کہے گی"؟

"گوبندی نے جیسے سنگین کی نوک پر کہا" اچھی بات ہے لکھ دوں گی"

"آج ہی لکھنا ہوگا"

"کہہ تو دیا لکھ دوں گی"

کھنّا باہر آئے اور ڈاک دیکھنے لگے۔ انھیں دفتر جانے میں دیر ہوجاتی تھی تو چپراسی گھر ہی پر ڈاک دے جاتا تھا۔ شکر گراں ہوگئی ہے۔ کھنّا کا چہرہ کھل اٹھا۔ دوسرا خط کھولا، ایکھ کا نرخ مقرر کرنے کے لئے جو کمیٹی بنی تھی اس نے طے کر دیا کہ ایسی بندش نہیں کی جاسکتی۔ دھنت تیرے کی! وہ پہلے ہی یہی بات کہہ رہے تھے۔ مگر اس اگنہوتری نے غل مچا کر جبراً کمیٹی بنائی۔ آخر بچہ کے منہ پر تھپڑ لگا۔ یہ مل والوں اور کسانوں کے درمیان کا معاملہ ہے۔ سرکار اس میں دخل دینے والی کون؟

دفعتاً مس مالتی موٹر سے اتری، کنول کی طرح شگفتہ، چراغ کی طرح روشن، زندہ دلی اور خوشی کی مورت سی، بے خوف، بے فکر، گویا اسے یقین ہے کہ دنیا میں اس کے لئے عزت و راحت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ کھنّا نے

برآمدے میں آکر خیر مقدم کیا۔

مالتی نے پوچھا: "کیا یہاں مہتا آئے تھے؟"

"ہاں آئے تو تھے۔"

"کچھ کہا، کہاں جا رہے ہیں؟"

"یہ تو کچھ نہیں کہا۔"

جانے کہاں غوطہ لگا گئے۔ میں چاروں طرف گھوم آئی۔ آپ نے ورزش گاہ کے لئے کتنا دیا؟"

کھنّا نے خطاوارانہ کہا: "میں نے ابھی اس معاملے کو سمجھا ہی نہیں۔"

مالتی نے بڑی بڑی آنکھوں سے ان کی طرف تیز تیز دیکھا گویا سمجھ رہی تھی کہ ان پر رحم کرے یا غصہ۔ بولی: "اس میں سمجھنے کی کیا بات تھی؟ اور سمجھ لیتے تو آگے نہ بڑھتے، اس وقت تو کچھ دینے کی بات تھی۔ میں نے مہتا کو جبراً یہاں بھیجا، بیچارے ڈر رہے تھے کہ آپ نہ جانے کیا جواب دیں۔ آپ کے اس بخل کا کیا نتیجہ ہوگا، آپ جانتے ہیں؟ یہاں کی تجارت پیشہ جماعت سے کچھ نہ ملے گا۔ آپ نے شاید مجھے ذلیل کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ سب کی رائے تھی کہ لیڈی وِلسن بنیادی پتھر رکھیں۔ میں نے گوبندی دیوی کی جانبداری کی اور لڑ کر سب کو راضی کیا۔ اب آپ فرماتے ہیں کہ آپ نے اس معاملے کو سمجھا ہی نہیں! آپ بینک کی پیچیدگیاں سمجھتے ہیں مگر اتنی موٹی بات آپ کی سمجھ میں نہ آئی۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ آپ مجھے شرمندہ کرنا چاہتے ہیں۔ اچھی بات ہے یہی سہی۔"

مالتی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ کھنّا گھبرائے۔ ساری اکڑ جاتی رہی مگر اس کے ساتھ انھیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر وہ کانٹوں میں الجھ گئے ہیں تو

مالتی دلدل میں پھنس گئی، اگر ان کی تھیلیوں پر سنکٹ آ پڑا ہے تو مالتی کی عزت پر جو تھیلیوں سے زیادہ قیمتی چیز ہے۔ تب ان کا دل مالتی کی اس دُرگت پر کیوں نہ خوش ہو؟ انھوں نے مالتی کو ادب میں ڈال دیا تھا۔ اور اگرچہ وہ اسے ناراض کر دینے کی ہمت کھو چکے تھے مگر دو چار کھری کھری باتیں کہہ سنانے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہتے تھے۔ یہ بھی دکھا دینا چاہتے تھے کہ میں بالکل احمق نہیں ہوں۔ اس کا راستہ روک کر بولے "تم مجھ پر اتنی مہربان ہو گئی ہو اس پر مجھے حیرت ہو رہی ہے، مالتی!"

مالتی نے ابروؤں کو سکیڑ کر کہا "میں اس کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"کیا اب میرے ساتھ تمھارا وہی برتاؤ ہے جو کچھ دنوں پہلے تھا۔"

"میں تو اس میں کوئی فرق نہیں دیکھتی۔"

"لیکن میں تو زمین آسمان کا فرق دیکھ رہا ہوں۔"

"اچھا مان لو کہ تمھارا قیاس ٹھیک ہے تو پھر؟ میں تم سے ایک نیک کام میں مدد مانگنے آئی ہوں۔ اپنے سلوک کی آزمائش کے لئے نہیں اور اگر تم سمجھتے ہو کہ کچھ چندہ دے کر تم نیک نامی اور شکریئے کے سوا کچھ اور پا سکتے ہو تو یہ تمھاری خام خیالی ہے۔"

کھنا ہار گئے۔ وہ ایسے تنگ گوشے میں پھنس گئے تھے۔ جہاں ادھر اُدھر ہلنے کی بھی گنجائش نہ تھی۔ کیا وہ اس سے یہ کہنے کی جرأت رکھتے ہیں کہ میں نے اب تک تمھارے اوپر ہزاروں روپئے لٹا دئے تو کیا اس کا یہی صلہ ہے؟ شرم سے ان کا منہ ذرا سا نکل آیا جیسے سکڑ گیا ہو جھینپتے ہوئے بولے "میرا مطلب یہ نہ تھا، مالتی! تم بالکل غلط سمجھیں۔"

مالتی نے ہنستے ہوئے کہا "خدا کرے کہ میں نے غلط سمجھا ہو۔ کیونکہ

اگر میں اسے سچ سمجھوں گی تو تمھارے سایے سے بھی بھاگوں گی۔ میں خوب صورت ہوں۔ تم بھی میرے بہت سے چاہنے والوں میں ایک ہو۔ یہ میری مہربانی تھی کہ جہاں میں اوروں کے تحفے لوٹا دیتی تھی وہاں تمھاری معمولی سے معمولی چیزیں بھی شکریے کے ساتھ قبول کر لیتی تھی۔ اور ضرورت پڑنے پر تم سے روپئے بھی مانگ لیتی تھی اگر تم نے اپنے روپئے کے نشے میں اس کا کوئی دوسرا مطلب نکال لیا تو میں تمھیں معاف کر دوں گی، یہ مردوں کی سرشت ہے اور تم اس سے مستثنیٰ نہیں ہو۔ مگر یہ سمجھ لو کہ روپئے نے آج تک کسی عورت کے دل پر فتح نہیں پائی اور نہ کبھی پائے گا۔"

کھنّا ایک ایک لفظ پر گویا گز گز بھر نیچے دھنستے جا رہے تھے، اب اور زیادہ چوٹ سہنے کی ان میں سکت نہ تھی۔ شرمندہ ہو کر بولے: "مالتی! میں تمھارے پیروں پڑتا ہوں، اب اور ذلیل نہ کرو۔ اور نہ سہی تو دوستانہ برتاؤ تو قائم رہنے دو۔"

یہ کہتے ہوئے انھوں نے دراز سے چیکوں کی کتاب نکالی اور ایک ہزار کا چیک لکھ کر ڈرتے ڈرتے مالتی کی طرف بڑھا دیا۔

مالتی نے چیک لے کر بے دردانہ طنز سے کہا: "یہ میرے سلوک کی قیمت ہے یا ورزش گاہ کا چندہ ہے؟"

کھنّا آبدیدہ ہو کر بولے: "اب میری جان بخشو، مالتی! کیوں میرے منہ میں کالکھ لگا رہی ہو۔"

مالتی نے زور کا قہقہہ لگایا: "دیکھا، ڈانٹ بھی بتائی اور ایک ہزار روپئے بھی وصول کئے! اب تم کبھی شرارت نہ کرو گے؟"

"کبھی نہیں، جیتے جی کبھی نہیں!"

"کان پکڑو۔"

"کان پکڑتا ہوں۔ مگر اب تم مجھ پر رحم کر کے چلی جاؤ اور مجھے تخلیے میں بیٹھ کر سوچنے اور رونے دو۔ تم نے آج میری زندگی کی ساری خوشی ....."

مالتی اور زور سے ہنسی: "دیکھو کھنا، تم میری بڑی توہین کر رہے ہو، اور تم جانتے ہو کہ حسن توہین نہیں سہ سکتا۔ میں نے تو تمھارے ساتھ نیکی کی اور تم اسے بدی سمجھ رہے ہو۔"

کھنا احتجاج کی نگاہوں سے دیکھ کر بولے: "تم نے میرے ساتھ نیکی کی ہے یا الٹی چھری سے میرا گلا کاٹا ہے؟"

"کیوں، میں تمھیں لوٹ لوٹ کر اپنا گھر بھر رہی تھی۔ تم اس لوٹ سے بچ گئے۔"

کیوں زخم پر نمک چھڑک رہی ہو مالتی! میں بھی آدمی ہوں!"

مالتی نے اس طرح کھنا کی طرف دیکھا، گویا یقین کرنا چاہتی تھی کہ وہ آدمی ہیں یا نہیں؛ بولی: "ابھی تو مجھے اس کی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔"

"تم بالکل معمہ ہو، آج یہ ثابت ہو گیا۔"

"ہاں تمھارے لئے معمہ ہوں اور معمہ ہی رہوں گی۔"

یہ کہتی ہوئی وہ چڑیا کی طرح ایک دم اڑ گئی اور کھنا سر پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگے کہ یہ صرف دکھاوا ہے یا اس کا سچا روپ!

(۲۳)

گوبر اور جھنیا کے چلے جانے پر گھر سنسان رہنے لگا۔

کی یاد آتی رہتی ہے۔ بچے کی ماں تو جھنیا تھی مگر اس کی پرورش دھنیہ وہی کرتی تھی۔ وہی اُسے اُبٹن ملتی، کاجل لگاتی، سُلاتی اور جب کام کا فرصت ملتی تو پیار کرتی۔ محبت کا یہ نشہ ہی اس کی تکلیفوں کو بھلاتا رہتا۔ اسی کا بھولا بھالا مکھن سا چہرہ دیکھ کر وہ اپنی ساری فکر بھول جاتی اور محبت بھرے گھمنڈ سے اس کا دل پھول اٹھتا۔ وہ زندگی کا سہارا اب نہ تھا۔ اس کا سونا کھٹولا دیکھ کر وہ رو اٹھتی۔ وہ تعویذ جو تمام پریشانیوں اور نا امیدوں سے اسے بچاتا تھا، اس سے چھن گیا تھا۔ وہ بار بار سوچتی کہ اس نے جھنیا کے ساتھ ایسی کون سی برائی کی تھی جس کی اس نے یہ سزا دی۔ ڈائن نے آکر اس کا سونے کا سا گھر مٹی میں ملا دیا۔ گوبر نے تو کبھی اس کی بات کا جواب بھی نہ دیا تھا۔ اسی رانڈ نے اسے پھوڑا اور اب وہاں لے جا کر نہ جانے کون کون سا ناچ نچائے گی۔ یہیں وہ بچے کی کون بہت پروا کرتی تھی۔ اسے تو اپنے مسّی کاجل اور مانگ چوٹی ہی سے چھٹی نہ ملتی تھی۔ بچے کی دیکھ بھال کیا کرے گی؟ بچارا اکیلا دھرتی پر پڑا روتا ہوگا۔ بچارا ایک دن بھی تو سکھ سے نہیں رہنے پاتا۔ کبھی کھانسی، کبھی دست، کبھی کچھ، کبھی کچھ، یہ سوچ سوچ کر اسے جھنیا پر غصہ آتا۔ گوبر کے لئے اب بھی اس کے دل میں وہی ممتا تھی۔ اسی چڑیل نے اسے کچھ کھلا پلا کر اپنے بس میں کر لیا۔ ایسی جادو ٹونا دان نہ ہوتی تو یہ ٹونا ہی کیسے کرتی؟ کوئی بات نہ پوچھتا تھا۔ بھوجائیوں کی لاتیں کھاتی تھی۔ یہ بدھو مل گیا تو آج

رانی ہو گئی۔

ہوری نے چڑھ کر کہا "جب دیکھو تب جھنیا ہی کو دوکھ دیتی رہتی ہے یہ نہیں سمجھتی کہ اپنا سونا کھوٹا تو سنار کا کیا دوکھ؟ گوبر اسے نہ لے جاتا تو کیا آپ سے آپ چلی جاتی؟ سہر کا دانا پانی لگنے سے لونڈے کی آنکھ بدل گئی۔ ایسا کیوں نہیں سمجھ لیتی؟"

دھنیا گرج اٹھی "اچھا چپ رہو۔ تم ہی نے رانڈ کو سر پر چڑھا رکھا تھا۔ نہیں میں پہلے ہی دن جھاڑو مار کر نکال دیتی۔"

کھلیان میں کٹا ہوا اناج جمع ہو گیا تھا۔ ہوری بیلوں کو لئے اسے مانڈنے جا رہا تھا۔ منہ پھیر کر بولا: "ان سے کہ بہو نے گوبر کو چھوڑ ہی لیا تو تو اتنا کڑھتی کیوں ہے؟ جو ساری دنیا کرتی ہے وہی گوبر نے بھی کیا۔ اب اس کے بال بچے ہوئے تو میرے بال بچوں کے لئے کیوں اپنی جان آپھت (آفت) میں ڈالے؟ کیوں ہمارے سر کا بوجھ اپنے سر پر اٹھائے؟"

"تمہیں سارے بکھیڑے کی جڑ ہو۔"

"تو مجھے نکال دے۔ لے جا بیلوں کو، اناج مانڈ۔ میں حکہ (حقہ) پیتا ہوں۔"

"تم چل کر چکی پیسو، میں اناج مانڈوں۔"

مذاق میں غم دور ہو گیا۔ یہی اس کی دوا ہے۔ دھنیا خوش ہو کر روپا کے بال گوندھنے بیٹھ گئی جو بالکل الجھ کر رہ گئے تھے اور ہوری کھلیان چلا۔ کیف آفریں بسنت نکہت، فرحت، اور جاں بخشی کا سرمایہ لٹا رہی تھی دونوں ہاتھوں سے دل کھول کر۔ کوئی آم کی ڈالیوں میں چھپی اپنی رسیلی، میٹھی اور دل پر اثر ڈالنے والی آواز

مینوں کی برات سی سجی بیٹھی تھی نیم اور سرسا اور کروندے اپنی خوشبو میں نشہ سا گھول رہے تھے۔ ہوری آموں کے باغ میں پہنچا تو پیڑوں کے نیچے تارے کھلے تھے۔ اس کا رنج و مایوسی سے بھرا ہوا دل بھی اس عالمگیر رونق اور رنگینی میں جیسے ڈوب سا گیا۔ وہ ترنگ میں آکر گانے لگا:۔

"جیا جرت رہت دن رین!
آم کی ڈریا کوئل بولے تنک آوت چین!"

سامنے سے دلاری گلابی ساڑی پہنے چلی آ رہی تھی۔ پاؤں میں موٹے نقرئی کڑے، گلے میں موٹی طلائی ہنسلی، چہرہ خشک مگر دل میں تازگی۔ ایک وقت تھا جب ہوری کھیت کھلیان میں اسے چھیڑا کرتا تھا۔ وہ بھابی تھی، اور ہوری دیور تھا۔ اس ناتے سے دونوں میں مذاق ہوتا رہتا تھا۔ جب سے سیٹھ جی مر گئے دلاری نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا۔ سارے دن دکان پر بیٹھی رہتی اور وہیں سے سارے گاؤں کی خبر لیتی رہتی تھی۔ کہیں آپس میں جھگڑا ہو جائے تو سیٹھانی وہاں بیچ بچاؤ کرنے کے لئے ضرور پہنچے گی۔ ایک آنہ روپیہ سود سے کم پر قرض نہ دیتی تھی اور اگرچہ سود کے لالچ میں اصل بھی ہاتھ نہ آتا تھا مگر اس کے سود کی شرح جیوں کی توں بنی ہوئی تھی۔ بیچاری کیسے وصول کرے؟ نالش فریاد کرنے سے رہی، تھانہ پولیس کرنے سے رہی، صرف زبان کا زور تھا! مگر جوں جوں عمر کے ساتھ زبان کی تیزی بڑھتی جاتی تھی، توں توں اس کی کاٹ گھٹتی جاتی تھی۔ اب اس کی گالی پر لوگ ہنس دیتے تھے اور مذاق میں کہتے "کیا کرے گی روپے لے کر کاکی؟ ساتھ تو ایک کوڑی بھی نہ لے جا سکے گی۔ غریبوں کو کھلا پلا کر جتنی اسیس مل سکے، لے لے۔ یہی پرلوک میں کام آئے گا۔" اور دلاری پرلوک کے نا[illegible] جلتی تھی۔

ہوری نے چھیڑا " آج تو بھابھی تم سچ مچ جوان لگتی ہو۔"

سیٹھانی مگن ہو کر بولی " آج منگل کا دن ہے، دیکھنا نہ لگا دینا۔ اسی سے میں کچھ بنتی اور ٹھتی نہیں۔ گھر سے نکلو تو سب ہی گھورنے لگتے ہیں، جیسے کبھی کوئی مہریا دیکھی ہی نہ ہو۔ پٹیشوری لالا کی پرانی بان ابھی تک نہیں چھوٹی۔"

ہوری رک گیا۔ بڑی دل چسپ بحث چھڑ گئی تھی۔ بیل آگے نکل گئے تھے بولا " وہ تو آج کل بڑے بھگت ہو گئے ہیں۔"

" دیکھتی نہیں ہو کہ ہر پورنما کو ست نرائن کی کتھا سنتے ہیں اور دونوں جون مندر میں درشن کرنے جاتے ہیں۔"

" ایسے بدچلن جتنے ہوتے ہیں، وہ سب ہی بوڑھے ہو کر بھگت بن جاتے ہیں۔ کُکرم (بداعمالی) کا پراسچت (کفارہ) تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ پوچھو، میں اب بڑھیا ہوئی، مجھ سے ہنسی کیسی؟"

" تم ابھی بڑھیا کیسے ہو گئیں، بھابھی؟ مجھے تو اب بھی ...."

" اچھا چپ ہی رہنا، نہیں تو ڈیڑھ سو گالی دوں گی۔ لڑکا پردیس کمانے لگا اور ایک دن نیوتا بھی نہ کھلایا، سینت میت میں بھابی بنانے کو تیار!"

مجھ سے سوگند لے لو بھابی، جو میں نے اس کی کمائی کا ایک پیسہ بھی چھوا ہو۔ نہ جانے کیا لایا، کہاں اٹھایا۔ مجھے کچھ بھی پتہ نہیں، بس ایک جوڑا دھوتی اور ایک منڈاسہ (صافہ) میرے ہاتھ لگا۔"

" اچھا کمانے تو لگا، آج نہیں تو کل گھر سنبھالے ہی گا۔ بھگوان اسے سکھی رکھیں۔ ہمارے روپئے بھی تھوڑا تھوڑا دیتے چلو، سود ہی تو بڑھ رہا ہے۔"

" تمہاری ایک ایک پائی دوں گا بھابھی، ہاتھ میں پیسے آنے دو اور کھا ہی جائیں گے تو کوئی باہر کے تو نہیں ہیں، ہیں تو تمہارے ہی!"

سیٹھانی ایسی مذاقیہ خوشامد سے ہنستی سی ہوتی جاتی تھی مسکراتی ہوئی اپنی راہ چلی گئی۔ ہوری لپک کر بیلوں کے پاس گیا اور اناج مانڈنے لگا۔ ساری گاؤں کا یہی ایک کھلیان تھا۔ کہیں اناج مانڈا جاتا تھا، کہیں اُسایا جا رہا تھا اور کوئی تُل رہا تھا۔ نائی باری، بڑھئی، لوہار، پروہت، بھاٹ، بھکاری، سب ہی اپنے "جیورے" لینے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ ایک پیڑ کے نیچے جھنگری سنگھ کھاٹ پر بیٹھے اپنی "سوائی" وصول کر رہے تھے۔ کئی بنئے کھڑے ہوئے اناج کا مول تول کر رہے تھے۔ سارے کھلیان میں منڈی کی سی رونق تھی۔ ایک کھٹکن بیر اور رکوے بیچ رہی تھی، اور ایک خوانچہ والا تیل کے سیو اور جلیبیاں لئے گھوم رہا تھا۔ پنڈت داتا دین بھی ہوری سے اناج تُلوانے کے لئے آ پہنچے تھے اور جھنگری سنگھ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

داتا دین نے تمباکو کو ملتے ہوئے کہا: "کچھ سنا، سرکار بھی مہاجنوں سے کہہ رہی ہے کہ بیاج کی در گھٹا دو، نہیں ڈگری نہ ملے گی۔"

جھنگری تمباکو پھانک کر بولے "پنڈت، میں تو ایک بات جانتا ہوں تمھیں گرج (غرض) پڑے گی تو سو بار ہم سے روپئے ادھار لینے آؤگے اور ہم جو بیاج چاہیں گے، لیں گے۔ سرکار اگر اسامیوں کو روپیہ اُدھار دینے کا کوئی بندوبست کرے گی تو ہمیں اس کانون (قانون) سے کچھ نہ ہوگا۔ ہم در کم لکھا دیں گے، مگر سینکڑے میں پچیس پہلے ہی کاٹ لیں گے۔ اس میں سرکار کیا کر سکتی ہے؟"

"یہ تو ٹھیک ہے، پھر سرکار بھی ان باتوں کو کھوب (خوب) سمجھتی ہے وہ اس کی بھی کوئی روک نکالے گی، دیکھ لینا۔"

"اس کی روک ہو ہی نہیں سکتی۔"

"اچھا، اگر وہ کرڈے کہ جب تک اسامی پر گانوں کے کھیا یا کارندے کی گواہی نہ ہو، وہ پکا نہ ہو گا۔ تب کیا کروگے؟"

"اسامی کو سو بار گرج ہو گی تو کھیا کو ہاتھ پاؤں جوڑ کر لادے گا اور گواہی کرادے گا۔ ہم تو ایک چوتھائی کاٹ ہی لیں گے۔"

"اور جو پھنس جاؤ؟ جعلی حساب لکھا اور گئے چودہ سال کو۔"

جھنگری سنگھ زور سے ہنسے۔ "تم کیا کہتے ہو پنڈت؟ کیا تب سنسار بدل جائے گا؟ کانون اور نیاؤ اس کا ہی جس کے پاس پیسہ ہے۔ کانون تو ہی مہاجن کسی آسامی سے کڑائی نہ کرے، کوئی جمیندار (زمیندار) کسی کاسکار (کاشتکار) کے ساتھ گڑائی نہ کرے، پر ہوتا کیا ہے، یہ تو نت ہی دیکھتے ہو۔ جمیندار مسک بندھوا کے پٹواتا ہے اور مہاجن لات جوتے سے بات کرتا ہے۔ ہاں جو کسان پوڑھا (مضبوط) ہے اس سے نہ جمیندار بولتا ہے نہ مہاجن، ایسے کسانوں سے ہم مل جاتے ہیں۔ اور ان کی مدد سے دوسروں کی گردن دباتے ہیں۔ تمھارے ہی اوپر رلئے صاحب کے پانچ سو روپئے نکلتے ہیں۔ پر نوکھے رام میں ہے اتنی ہمت کہ تم سے کچھ بولیں؟ وہ جانتے ہیں کہ تم سے میل ہی کرنے میں ان کی بھلائی ہے۔ کس اسامی میں اتنا بوتا ہے کہ نت (روز) عدالت دوڑے؟ سب کاروبار اسی طرح چلا جائے گا۔ جیسے چل رہا ہے۔ کچہری، عدالت اسی کے ساتھ ہے۔ جس کے پاس پیسہ ہے۔ ہم لوگوں کے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔"

یہ کہہ کر انھوں نے کھلیان کا ایک چکر لگایا اور پھر آکر کھاٹ پر بیٹھتے ہوئے بولے: ہاں ہتنی کے بیاہ کا کیا ہوا؟ ہماری صلاح تو یہ ہے کہ اس کا بیاہ کر ڈالو۔ اب تو بڑی بدنامی ہو رہی ہے۔"

داتا دین کو جیسے بھڑ نے کاٹ کھایا۔ اس کہنے کا کیا مطلب تھا، وہ خوب

سمجھتے تھے۔ گرم ہو کر بولے: "میٹھ نیچے آدمی جو چاہے کہے، ہمارے منہ پر کوئی کچھ کہہ تو اس کی مونچھیں اکھاڑ لوں۔ کوئی ہماری طرح نیمی (مذہب کا پابند) بن تو لے۔ کتنوں کو جانتا ہوں جو کبھی سندھیا پوجا نہیں کرتے، نہ انھیں دھرم سے مطلب نہ کرم سے۔ نہ کتھا سے مطلب، نہ پران سے۔ وہ بھی اپنے کو براہمن کہتے ہیں۔ ہماری اوپر کیا ہنسے گا کوئی۔ جس نے اپنی عمر میں ایک ایکادسی کبھی نہیں چھوڑی، کبھی بنا اسنان دھیان کئے منہ میں پانی نہیں ڈالا۔ نیم کا بنا ہنا کٹھن ہے۔ کوئی بتا دے کہ ہم نے ہاٹ کی کوئی چیز (چیز) کھائی ہو یا کسی دوسرے کے ہاتھ کا پانی پیا ہو، تو اس کی ٹانگ کی راہ نکل جاؤں۔ سیلیا ہماری چوکھٹ نہیں لانگھنے پاتی، برتن بھانڈے چھونا تو بڑی بات ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ متی کوئی اچھا کام کر رہا ہے، پر جب ایک بار ایک بات ہو گئی تو یہ ادھرم کا کام ہے کہ عورت کو چھوڑ دے، میں تو کھلم کھلا کہتا ہوں اس میں چھپانے کی کوئی بات نہیں۔ استری جات پوتر ہے۔"

داتا دین خود اپنی جوانی میں بڑے عیاش رہ چکے تھے مگر اپنے "نیم دھرم" سے کبھی نہیں چوکے، ماتا دین بھی لائق لڑکے کی طرح ان ہی کے نقش قدم پر چل رہا تھا۔ دھرم کا اصلی جزو ہے پوجا پاٹ، کتھا برت اور چوکا چولھا۔ جب باپ بیٹے دونوں ہی اصلیت کو پکڑے ہوئے ہیں، تو کس کی مجال ہے کہ انھیں ادھرمی کہہ سکے؟

جھنگری سنگھ نے قائل ہو کر کہا: "میں نے تو بھائی جو سنا تھا وہ تم سے کہہ دیا۔"

داتا دین نے مہابھارت اور پرانوں سے ان برہمنوں کی ایک لمبی فہرست پیش کر دی، جنھوں نے دوسری ذات کی لڑکیوں سے تعلق پیدا کر لیا تھا اور ساتھ ہی یہ ثابت کر دیا کہ ان سے جو اولاد ہوئی وہ برہمن کہلائی اور آج کل کے جو براہمن ہیں وہ اسی اولاد کی اولاد ہیں۔ یہ رواج شروع ہی سے چلا آ رہا ہے اور اس میں کوئی شرم کی بات نہیں۔

جھنگری سنگھ نے ان کی قابلیت پر خوش ہو کر کہا " تب کیوں آج کل لوگ باجپئی اور شکل بنے پھرتے ہیں ۔"

سمے سمے کا رواج ہے اور کیا ؟ کسی میں اتنا تیج تو ہو۔ بس کھا کر اسے بچانا تو چاہیئے ۔ وہ ست جگ کی بات ہے ، ست جگ کے ساتھ گئی ۔ اب تو اپنا بناہ برادری کے ساتھ مل کر رہنے میں ہے ۔ مگر کروں کیا ، کوئی لڑکی والا آتا ہی نہیں ، تم سے بھی کہا اوروں سے بھی کہا ، پر جب کوئی نہیں سنتا تو کیا میں لڑکی بناؤں ؟"

جھنگری سنگھ نے ڈانٹا : " جھوٹ مت بولو ، پنڈت ! میں دو آدمیوں کو پھانس کر لایا تم منہ پھیلانے لگے تو دونوں کان کھڑے کر کے نکل بھاگے آخر کس برتے پر چار (ہزار) پانچ سو مانگتے ہو تم ؟ دس بیگھے کے سوا تمہارے پاس اور کیا ہے ؟"

داتادین کے گھمنڈ کو چوٹ لگی ۔ داڑھی پر ہاتھ پھیر کر بولے : " میرے پاس کچھ نہ سہی ، میں ہی بھیک مانگتا ہوں ، پر میں نے اپنی لڑکیوں کے بیاہ میں پانچ پانچ سو دیئے ہیں ۔ پھر لڑکے کے لئے سو کیوں نہ مانگتا ؟ کسی نے سینت میں میری لڑکی بیاہ لی ہوتی تو میں بھی سینت میں اپنا لڑکا بیاہ لیتا ۔ رہی حیثیت کی بات ، سو تم ججمانی کو بھیک سمجھو ، پر میں تو اسے جمینداری سمجھتا ہوں ، بنک گھر ، جمینداری مٹ جائے ، بنک گھر ٹوٹ جائے ، پر ججمانی تو انت (آخر) تک بنی رہے گی جب تک ہندو جات رہے گی تب تک باہمن بھی رہیں گے اور ججمانی بھی رہے گی ۔ سہالگ میں آرام سے گھر بیٹھے سو دو سو پھٹکار لیتے ہیں ۔ کبھی بھاگ لڑ گیا تو چار پانچ سو مار لئے ۔ کپڑے ، برتن ، کھانا اوپر سے ۔ کہیں نہ کہیں نت ہی کام بنا رہتا ہے ۔ کچھ نہ ملے تب بھی ایک دو تھال اور دو چار آنے دچھنا کے مل جاتے ہیں ۔ ایسا چین نہ جمینداری